مولانا عبدالواحد ہیروی

عورت کے حقوق و فرائض

قبل از اسلام صنفِ نازک عورت کی حالت نہایت شکستہ اور ناگفتہ بہ تھی۔ کہیں تو اسے فتنہ وفساد اور شر کا سرچشمہ خیال کیا جاتا تھا اور کہیں اس کے وجود کو نحوست سے تعبیر کیا جاتا تھا۔ عیسائیت ویہودیت و دیگر مذاہب میں اسے گناہ وعصیان کا موجب تصور کیا جاتا تھا۔ روم وشام اور یورپ وغیرہ میں اس کی زندگی محض غلامانہ اور محکومانہ تھی۔ اس کے حقوق کا ذرا بھر بھی خیال نہیں کیا جاتا تھا۔ ہندوستان میں ستی کا رواج خود اس بات کی گواہی دے رہا ہے کہ یہاں عورت کا کوئی مستقل وجود نہیں سمجھا جاتا تھا اور خاوند کی موت کے ساتھ ہی اس کی زندگی کا حق بھی چھین لیا جاتا تھا۔

اسی طرح اہل عرب کے ہاں بھی عورت کی یہی حالتِ زار تھی۔ وہ لوگ عورت کے وجود کو منحوس تصور کرتے تھے۔ ان کے ہاں بچی کی پیدائش ان کے لیے پیامِ حزن وملال اور پیغامِ رنج والم تھی۔ قرآن مجید نے ان کے ان خیالات واحساساتِ فاسدہ کی صحیح تصویر کشی اس طرح کی ہے:۔

وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِالْاُنْثٰى ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّهُوَ كَظِيْمٌ ۔ يَتَوَارٰى مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوْٓءِ مَا بُشِّرَ بِهٖ ۭ اَيُمْسِكُهٗ عَلٰي هُوْنٍ اَمْ يَدُسُّهٗ فِي التُّرَابِ ۭ اَلَا سَاۗءَ مَا يَحْكُمُوْنَ

جب ان میں سے کسی کو لڑکی کی خبر دی جاتی ہے تو اس کا چہرہ سیاہ پڑ جاتا ہے اور وہ غم سے گھٹنے لگتا ہے (اس خبر کو وہ اس حد تک برا سمجھتے ہیں کہ) اپنے

آپ کو قوم سے چھپائے پھرتا ہے اور (سوچ میں پڑ جاتا ہے کہ) آیا ذلت برداشت کرتے ہوئے اس کو باقی رکھے یا زیر زمین دفن کر دے۔ خبردار! وہ برا فیصلہ کرتے ہیں۔ (سورہ نحل، پ ۱۴)

"لڑکی کی پیدائش ان کے لیے یہاں تک منحوس تھی کہ اسے زندہ درگور بھی کر دیتے تھے۔ چنانچہ قیس بن عاصم نے جاہلیت میں آٹھ دس لڑکیاں دفن کی تھیں"

"ایک شخص کے گھر لڑکی پیدا ہوئی تو اس نے اس گھر کو منحوس سمجھ کر گھر کو ہی چھوڑ دیا" (تفسیر ابن کثیر)

غرضیکہ اس صنف نازک پر ہر قسم کے ظلم و ستم روا رکھے جاتے تھے۔ کہیں اسے دیوتاؤں کی خوشنودی کے لیے بطور نذرانہ پیش کیا جاتا تھا اور کہیں یہ قابلِ بیع و شراء سمجھی جاتی تھی۔ اسلام نے ایسے افعال کو جرم عظیم قرار دیا اور یہ مظالم حکماً بند کر دیے اور اس نوزائیدہ بچی کو احسن پرورش اور تعلیم و تربیت دے کر اس کو قعرِ مذلت سے نکالا اور عزت و احترام اور تکریم و تقدس کے بامِ عروج تک پہنچایا۔

چنانچہ یہی عورت جس کی پیدائش کو نحوست اور موجبِ ذلت تصور کیا جاتا تھا۔ اسلام نے اسی کی پرورش اور تعلیم و تربیت کو ذریعۂ سعادتِ دارین قرار دیا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"مَنْ عَالَ جَارِيَتَيْنِ حَتّٰى تَبْلُغَا جَاءَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَنَا وَهُوَ كَهَاتَيْنِ وَضَمَّ اَصَابِعَهٗ" (صحیح مسلم)

جس شخص نے دو لڑکیوں کی بالغ ہونے تک پرورش کی وہ قیامت کے روز اس طریقہ سے آئے گا کہ وہ اور میں ایسے (ملے ہوئے) ہوں گے جس طرح یہ دو انگلیاں (قریب قریب) ہیں اور آپ نے اپنی دونوں انگلیوں کو ملایا۔ (صحیح مسلم)

ثابت ہوا کہ لڑکیوں کی پرورش انتہائی خوش دلی، روحانی مسرت اور دینی احساس کے ساتھ کرنی چاہیئے۔ چنانچہ محسنِ انسانیت خاتم النبیین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

"جس شخص نے تین لڑکیوں یا تین بہنوں کی سرپرستی کی۔ انہیں تعلیم و تہذیب

سکھائی اور ان کے ساتھ رحم کا سلوک کیا یہاں تک کہ خدا ان کو بے نیاز کر دے تو ایسے شخص کے لیے خدا نے جنت واجب کر دی، اس پر ایک آدمی بولا، اگر دو ہی ہوں، تو آپ نے فرمایا دو لڑکیوں کی پرورش کا بھی یہی صلہ ہے۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اگر لوگ ایک کے بارے میں پوچھتے تو آپ ایک کی پرورش پر بھی یہی بشارت دیتے (مشکوٰۃ) یہ محض اسلام کا ہی احسان عظیم ہے جس نے اس کی زندگی، عزت اور اس کے حقوق کا تحفظ کیا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:۔

"جب کسی کے ہاں لڑکی پیدا ہوتی ہے تو خدا تعالیٰ اس کے ہاں فرشتے بھیجتا ہے جو آکر کہتے ہیں۔ اے گھر والو! تم پر سلامتی ہو۔ وہ لڑکی کو اپنے پروں کے سائے میں لے لیتے ہیں اور اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہتے ہیں۔ یہ کمزور جان ہے جو ایک کمزور جان سے پیدا ہوئی ہے جو اس بچی کی نگرانی اور پرورش کرے گا۔ قیامت تک خدا کی مدد اس کے شامل حال رہے گی" (طبرانی)

اسی طرح حضرت عائشہ صدیقہؓ بیان کرتی ہیں کہ میرے پاس ایک سائلہ عورت آئی جس کے ساتھ اس کی دو لڑکیاں تھیں۔ میرے پاس ایک کھجور کے سوا اور کوئی چیز نہ تھی۔ میں نے وہی کھجور اس عورت کو دے دی۔ اس نے کھجور کو اپنی دونوں لڑکیوں کے درمیان تقسیم کر دیا اور خود اس سے کچھ نہ کھایا۔ پھر وہ چلی گئی۔ کچھ دیر بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے۔ میں نے آپ کو اس بات کی اطلاع دی۔ آپ نے فرمایا:۔

"جو کوئی ان لڑکیوں کے بارے میں آزمائش میں مبتلا ہو جائے۔ پھر ان کے ساتھ حسن سلوک کرے تو یہ لڑکیاں اس کے لیے نارِ جہنم سے آڑ اور پردہ ہو جائیں گی" (بخاری و مسلم)

جو لوگ عورت کی زندگی ختم کرنے کے درپے رہتے تھے قرآن نے ان کی پُرزور مذمت کی اور عورت کو مکمل طور پر جینے کا حق دیا اور عورت کا یہ حق چھیننے والا قیامت کے روز خدا کے ہاں نہایت مذموم ہو گا کہ خدا اس سے نہیں پوچھیں گے بلکہ لڑکی سے مخاطب ہو کر پوچھیں گے، (وَإِذَا الْمَوْءُودَةُ سُئِلَتْ ۝ بِأَيِّ ذَنْبٍ قُتِلَتْ ۝ جبکہ زندہ درگور لڑکی کے بارے میں

پوچھا جائے گا کہ کس گناہ میں وہ ماری گئی) کہ تو کس جرم کی پاداش میں قتل (زندہ درگور) کی گئی چنانچہ لڑکی زندہ درگور کرنا حرام قرار دیا گیا۔ حضرت مغیرہؓ کہتے ہیں کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

"اللہ تعالیٰ نے تم پر ماں کی نافرمانی و اذیت رسانی اور لڑکیوں کو زندہ دفن کرنا حرام کر دیا ہے" (بخاری و مسلم)

یہی لڑکی جب جوان ہو جاتی ہے اور اس میں ایسے احساسات، خیالات اور محرکات پیدا ہو جاتے ہیں جو اسے زنا جیسی بے حیائی کی طرف مائل کرتے ہیں تو اسلام نے اسے باضابطہ طریقے سے نکاح کر کے خاوند کی تحویل میں باعزت طور پر زندگی گزارنے کی تعلیم دی ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ:۔

"نکاح میری سنت ہے"

ایک روایت میں آپ کا یہ فرمان ہے کہ:۔

"تین چیزوں میں تاخیر نہ کی جائے (ا) میت (ب) لڑکی کی شادی میں جبکہ اس کا کفو میسر آ جائے۔ (ج) نماز میں جب کہ اس کا وقت ہو جائے"

حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

إِذَا تَزَوَّجَ الْعَبْدُ فَقَدِ اسْتَكْمَلَ نِصْفَ الدِّيْنِ فَلْيَتَّقِ اللّٰهَ نِصْفَ الْبَاقِيْ (بیہقی)

جس نے نکاح کر لیا اس نے اپنا آدھا دین پورا کیا۔ اب اس کو چاہیئے کہ باقی آدھے دین میں خوف و تقویٰ کرے۔ (بیہقی)

نکاح کی صورت میں بھی اسلام نے اس کے حقوق کا مکمل تحفظ کیا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمروؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

"ساری دنیا متاع ہے (یعنی دنیوی فائدہ) اور دنیا کی بہترین متاع نیک بخت عورت ہے" (صحیح مسلم)

اگرچہ مرد کو عورت کا حاکم بنایا گیا ہے۔ خاوند کو ایک وقت میں چار عورتوں سے تزویج اور

طلاق وغیرہ کے اختیارات دیے گئے ہیں لیکن خاوند کو اس کے ترجیحی اختیارات میں عورت کے حقوق کی پامالی کی اجازت نہیں دی گئی۔ مثلاً

۱۔ مہر کی ادائیگی

مہر عورت کا حق قرار دیا گیا۔ اور مرد کے لیے اس کی ادائیگی ضروری قرار دی گئی۔ جیسا کہ ارشادِ خداوندی ہے :۔

وَاٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً　(النساء ۴:۴)

اور عورتوں کے مہر خوش دلی سے ادا کرو۔

فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ مِنْهُنَّ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ فَرِيْضَةً

پس ان سے جو تم نے تمتع کیا ہے اس کے بدلے میں مقرر شدہ مہر ادا کرو۔

۲۔ نان و نفقہ

اسلام نے عورت کے نان و نفقہ کی ذمہ داری مرد پر ڈالی ہے۔ مرد کو عورت پر جو ترجیحی اختیارات دیے گئے ہیں اس کی توجیہ خداوند تعالیٰ نے یہی بیان کی اَلرِّجَالُ قَوّٰامُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ ...... وَبِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ اسی طرح آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

وَلَهُنَّ عَلَيْكُمْ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ

اور ان کے لیے معروف طریقے سے رزق اور لباس تمہارے ذمہ ہے۔

لیکن گھر میں بیٹھنا اور گھریلو امور و فرائض کو انجام دینا عورت کی ذمہ داری قرار دی گئی :۔

وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى

"اور تم اپنے گھروں میں بیٹھی رہو اور قدیم زمانہ جاہلیت کے موافق بناؤ سنگار کر کے ست پھرو"

چنانچہ خاوند کی اطاعت و فرمانبرداری، خانگی امور کی بجاآوری اور زمانہ جاہلیت کے بناؤ سنگار سے اجتناب عورت کے فرائض قرار دیے گئے۔

فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ

سو جو نیک عورتیں ہیں اطاعت کرتی ہیں مرد کی عدم موجودگی میں بحفاظتِ الٰہی

نگہداشت کرتی ہیں۔

حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

"جب عورت پانچ نمازیں (روزانہ) ادا کرے۔ رمضان کے روزے رکھے،
اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرے اور اپنے خاوند کی اطاعت کرے تو وہ جنت کے آٹھوں
دروازوں میں سے جس میں چاہے داخل ہو" (مشکوٰۃ)

ادھر عورت کے نان ونفقہ کے حقوق کو اسلام نے یہاں تک محفوظ کیا کہ حکیم بن معاویہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ میں نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے خاوند کے فرائض اور عورت کے حقوق کے متعلق دریافت کیا تو آپؐ نے فرمایا:۔

اَنْ تُطْعِمَهَا اِذَا طَعِمْتَ وَتَكْسُوْهَا اِذَا اكْتَسَيْتَ وَلَا تَضْرِبِ الْوَجْهَ
وَلَا تُقَبِّحْ وَلَا تَهْجُرْ اِلَّا فِي الْبَيْتِ (ابوداؤد۔ ابن ماجہ)

اور جب تو (اور جیسا تو) کھانا کھائے (ویسا) اسے بھی کھلا اور جب تو خود
لباس پہنے تب اسے بھی لباس پہنا اور (ناراضگی کے وقت) منہ پر مارنے سے اجتناب
کر اور قبیح الفاظ استعمال نہ کر اور اس سے علیحدگی نہ اختیار کر مگر گھر کے اندر (ابوداؤد۔ ابن ماجہ)

۳۔ عدم ظلم وتعدی

مرد کو اگرچہ طلاق کا اختیار دیا گیا ہے لیکن عورت پر ظلم وتعدی کی ہرگز اجازت نہیں دی گئی، مثلاً اگر کوئی شخص محض لطف ومزہ حاصل کرنے کے لیے ایک بیوی لاتا ہے پھر بلا وجہ اسے طلاق دے کر دوسری سے شادی کرتا ہے تو ایسے ظلم کی قطعاً خاوند کو اجازت نہیں دی گئی۔ چنانچہ محض خواہشات کی تسکین کے لیے طلاق کو کھیل بنانے والے آدمی کے لیے جو تنبیہات وارد ہوئی ہیں ان کا ماحصل یہ ہے۔ ارشادِ نبوی ہے:۔

لَعَنَ اللّٰهُ كُلَّ ذَوَّاقٍ مِطْلَاقٍ

ہر طالبِ لذت بکثرت طلاق دینے والے پر اللہ نے لعنت کی ہے۔

لیکن اس کے برعکس عورت پر بھی پابندی لگائی گئی اور یہی سزا اس کے لیے بھی مقرر کی گئی ہے جو بلا وجہ محض خواہشاتِ نفسانی کی تسکین کے لیے اپنے خاوند سے خلع حاصل کر کے نئی جگہ شادی

کرے۔ چنانچہ ایسے دونوں مرد و زن ایسی سزا کے مستحق ہیں۔ ارشادِ نبوی ہے:۔

اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الذَّوَّاقِیْنَ وَالذَّوَّاقَاتِ

اللہ مزہ چکھنے والوں اور مزہ چکھنے والیوں کو پسند نہیں کرتا۔

اَیُّمَا امْرَأَۃٍ اِخْتَلَعَتْ مِنْ زَوْجِھَا بِغَیْرِ نُشُوْزٍ فَعَلَیْھَا لَعْنَۃُ اللّٰہِ وَالْمَلَائِکَۃِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ اَلْمُخْتَلِعَاتُ ھُنَّ الْمُنَافِقَاتُ

جس کسی عورت نے اپنے شوہر سے اس کی کسی زیادتی کے بغیر خلع لیا اس پر اللہ اور فرشتوں اور سب لوگوں کی لعنت ہو گی۔ خلع کو کھیل بنا لینے والی عورتیں منافق ہیں۔

اور نہ ہی خاوند کو اس بات کی اجازت ہے کہ وہ عورت پر بایں طور ظلم کرے کہ نہ اسے طلاق دے اور نہ اسے معروف طریقے سے گھر رکھے۔ چنانچہ ارشاد خداوندی ہے:۔

وَلَا تُمْسِکُوْھُنَّ ضِرَارًا لِّتَعْتَدُوْا وَمَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِکَ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَہٗ وَلَا تَتَّخِذُوْٓا اٰیٰتِ اللّٰہِ ھُزُوًا (البقرہ: ع ۲۹)

اور ان کو ستانے اور زیادتی کرنے کے لیے نہ روک رکھو۔ جو ایسا کرے گا وہ اپنے اوپر ظلم کرے گا۔ اور اللہ کی آیات سے ٹھٹھہ نہ کرو۔

اگر عورت کسی وقت خاوند کی اطاعت نہیں کرتی یا اس کے کسی حق کو تلف کرے تو خاوند کے لیے یہ تعلیم دی گئی:۔

وَالّٰتِیْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَھُنَّ فَعِظُوْھُنَّ وَاھْجُرُوْھُنَّ فِی الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوْھُنَّ فَاِنْ اَطَعْنَکُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَیْھِنَّ سَبِیْلًا (النساء)

اور جن عورتوں سے تم مخالفت محسوس کرو تو ان کو نصیحت کرو اور بستروں پر ان کو چھوڑ دو اور ان کو مارو۔ اگر وہ تمہاری اطاعت کریں تو پھر ان پر (سختی کرنے کا) کوئی طریقہ نہ ڈھونڈو۔

چنانچہ عورت کو شدید خراب اور کشیدہ حالات ہو جانے کی صورت میں مارنے کی اجازت ہے مگر وہ بھی ایک حد تک:۔

اِضْرِبُوْهُنَّ اِذَا عَصَيْنَكُمْ فِي الْمَعْرُوْفِ ضَرْبًا غَيْرَ مُبَرِّحٍ وَلَا يَضْرِبِ الْوَجْهَ وَلَا يُقَبِّحْ

اگر وہ تمہاسے کسی جائز حکم کی نافرمانی کریں کریں تو ان کو ایسی مار مارو جو زیادہ تکلیف دِہ نہ ہو اور نہ مارے چہرے پر اور نہ گالی گلوچ کرے۔

اس کے علاوہ اگرچہ مرد کو یہ اختیار دیا گیا ہے کہ وہ بیک وقت چار بیویاں کر سکتا ہے، لیکن ان سب یاں عدل وانصاف کو لازم قرار دیا گیا۔ اور اگر عدل نہ ہو سکنے کا اندیشہ ہو تو ایک ہی پر اکتفا کرے جیساکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:۔

فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ذٰلِكَ اَدْنٰى اَلَّا تَعُوْلُوْا (النساء۔ ع ۱)

پس اگر تم کو خوف ہو کہ عدل نہ کر سکو گے۔ تو ایک ہی بیوی رکھو یا لونڈی جو تمہارے قبضہ میں ہو۔ یہ زیادہ تر قرین مصلحت ہے تاکہ تم حق سے متجاوز نہ ہو جاؤ۔

چنانچہ اسلام نے مرد کو اس کے اس ترجیحی اختیار کے باوجود اس بات کی بالکل اجازت نہیں دی کہ وہ ایک عورت سے محبت رکھے اور اس کو ہر قسم کے سامان بہم پہنچائے لیکن دوسری کی پرواہ نہ کرے اور نہ ہی اس کے حقوق کا خیال رکھے۔ اور اس طرح اسے بے یار و مددگار معلق چھوڑ دے۔ ارشادِ خداوندی ہے:۔

فَلَا تَمِيْلُوْا كُلَّ الْمَيْلِ فَتَذَرُوْهَا كَالْمُعَلَّقَةِ

کسی ایک کی طرف بالکل نہ جھک پڑو کہ دوسری کو گویا معلق چھوڑ دو۔

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

اذا كانت عند الرجل امرأتان فلم يعدل بينهما جاء يوم القيمة وشقه ساقط (ترمذی، ابوداؤد۔ ابن ماجہ۔ نسائی)

جس شخص کی دو بیویاں ہوں اور وہ ان کے درمیان عدل وانصاف نہ کرے تو قیامت کے دن وہ اس طرح آئے گا کہ اس کا آدھا دھڑ گرا ہوا ہوگا۔

الغرض جہاں مرد کے لیے یہ تعلیم دی گئی کہ وہ عورت پر ظلم نہ کرے، اس کے حقوق کا خیال

رکھے۔ اس کو ہر ممکن آسانیاں بہم پہنچائے وہاں عورت کو بھی یہ تاکید کی گئی کہ وہ اپنے فرائض کو سمجھے، اپنے نفس اور خاوند کے مال کی حفاظت کرے اور خاوند کو جائز طور پر خوش رکھنے کی مقدور بھر کوشش کرے۔ چنانچہ ایسی عورت کے متعلق آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اَیُّمَا امْرَأَۃٍ مَاتَتْ وَزَوْجُھَا عَنْھَا رَاضٍ دَخَلَتِ الْجَنَّۃَ

جو عورت اس حال میں مرجائے کہ اس کا شوہر اس سے راضی اور خوش ہو وہ جنت میں داخل ہوگی۔ (ترمذی)

ایک مرتبہ آپ سے سوال کیا گیا کہ نیک عورت کی کیا صفات ہیں۔ آپ نے جواب دیا۔

اَلَّتِیْ تَسُرُّہٗ اِذَا نَظَرَ وَتُطِیْعُہٗ اِذَا اَمَرَ وَلَا تُخَالِفُہٗ فِیْ نَفْسِھَا وَمَالِھَا بِمَا یَکْرَہٗ (نسائی)

وہ جو شوہر کو خوش کردے جب وہ اس کو دیکھے اور اس کی بات مانے، جب وہ حکم دے اور اپنے نفس اور مال میں کسی ایسی حرکت سے اس کی مخالفت نہ کرے جسے وہ ناپسند کرتا ہو۔

ایک روایت میں یہ ہے کہ:۔

"اس عورت کی نماز اس کے سر سے اوپر نہیں جاتی جو اپنے شوہر کی نافرمانی کرے تا آنکہ وہ اس سے رجوع نہ کرلے۔" (الترغیب والترہیب جلد ۳ ص ۳۴۲ بحوالہ طبرانی و حاکم)

۴۔ حقِ میراث

اسلام سے قبل عورت کو اس کے حقِ میراث سے یکسر محروم کردیا جاتا تھا لیکن اسلام نے اس کے اس حق کا مکمل تحفظ کیا۔ چنانچہ ارشادِ خداوندی ہے:۔

"لِلرِّجَالِ نَصِیْبٌ مِّمَّا تَرَکَ الْوَالِدَانِ وَالْاَقْرَبُوْنَ وَلِلنِّسَآءِ نَصِیْبٌ مِّمَّا تَرَکَ الْوَالِدَانِ وَالْاَقْرَبُوْنَ مِمَّا قَلَّ مِنْہُ اَوْ کَثُرَ نَصِیْبًا مَّفْرُوْضًا"

جو کچھ ماں باپ اور رشتہ دار چھوڑ دیں خواہ وہ تھوڑا ہو یا زیادہ اس میں مردوں اور عورتوں کا مقرر شدہ حصہ ہے۔ (النساء)

چونکہ عورت اپنے والدین کی میراث کے علاوہ نکاح کی صورت میں اپنے خاوند کی تحویل میں آجاتی ہے اور خاوند کی میراث میں بھی شریک ہو جاتی ہے اس لیے مرد اور عورت کی تقسیم کا معیار یہ مقرر فرمایا:۔

لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ — مرد کے لیے دو عورتوں کے حصہ کے برابر ہے

بعدازاں یہی عورت جب ماں کے روپ میں ہوتی ہے تو اس کے فرائض اور حقوق میں یک گونہ تبدیلی آجاتی ہے۔ یعنی اولاد کی پرورش اور اس کی احسن تعلیم و تربیت اس کے فرائض قرار دیے گئے ہیں۔ چنانچہ اولاد کے سلسلہ میں والدین پر سب سے پہلا فریضہ یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ ان کو اولاد سے نوازے تو ان کے نام اچھے رکھے جائیں۔

حضرت ابودرداءؓ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا:۔

"تم قیامت کے روز اپنے ناموں اور اپنے باپ کے ناموں کے ساتھ بلائے جاؤ گے۔ اس لیے تم اپنے نام اچھے رکھا کرو۔" (مشکوٰۃ)

عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا:۔

"اللہ تعالیٰ کو تمہارے ناموں میں "عبداللہ" اور "عبدالرحمٰن" سب سے پسندیدہ نام ہیں"

ان دونوں حدیثوں سے معلوم ہوا کہ بچوں کے نام اچھے رکھنے چاہییں خصوصاً جن ناموں سے اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ بندہ ہونے کا تعلق ظاہر ہوتا ہو، ایسے نام رکھنا اور بہتر ہیں۔ والدین کی دوسری ذمہ داری یہ ہے کہ وہ اولاد کو نماز کی تلقین کرے۔ چنانچہ حضرت سبرہ بن معبد الجہنی سے مروی ہے کہ آپؐ نے فرمایا:۔

"سات سال کے بچے کو نماز سکھاؤ اور نماز کے بارے میں اس کو زدوکوب کرنا پڑے تو کر گزرو (اگر وہ نماز نہ پڑھے) جبکہ وہ دس سال کا ہو جائے۔" (جامع ترمذی)

"جب تمہارے بچے سات سال کے ہو جائیں تو ان کو نماز پڑھنے کا حکم دو اور جب دس سال کے ہو جائیں (اور وہ نماز نہ پڑھیں) تو تم اس پر ان کو مارو۔ نیز ان کے بستر اور سونے کی جگہ الگ الگ کر دو۔" (ابوداؤد)

ان احادیث کا تقاضا ہے کہ والدین کے فرائض میں ہے کہ وہ اپنی اولاد کو سب سے پہلے

نماز سکھائیں پھر ان سے نماز پڑھوائیں نیز بلوغت سے پہلے ہی جنسی بے راہ روی کی نگہداشت کریں۔ اولاد کی تعلیم و تربیت کے بارے میں ماں باپ کا یہ فرض ہے۔

"یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَ اَهْلِیْكُمْ نَارًا"

اے ایمان والو! تم اپنی جانوں اور اپنے اہل وعیال کو آگ سے بچاؤ۔

اس آیت میں تعلیم دی گئی ہے کہ خود بھی اچھے کام کرو اور گھر والوں (اولاد) کو بھی برے کاموں سے باز رکھو۔ ان کو اچھی تعلیم و تہذیب دو اور اچھے آداب سکھاؤ۔ حضرت علیؓ اس آیت سے یہی مراد لیتے تھے کہ:

"اپنے گھر کے لوگوں کو علم و ادب سکھاؤ" (تفسیر ابن کثیر)

چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَا نَحَلَ وَالِدٌ لِوَلَدِهٖ اَفْضَلَ مِنْ اَدَبٍ حَسَنٍ

کوئی باپ اپنی اولاد کو حسن ادب سے بہتر عطیہ نہیں دے سکتا (ترمذی)

اس حدیث میں اولاد کو احسن تعلیم و تربیت کے بندوبست اور انتظام و انصرام کرنے کی والدین کو تاکید کی گئی ہے۔ اس کے علاوہ والدین کے فرائض میں یہ بھی شامل ہے کہ وہ اولاد کو حلال روزی کھلائیں اور حرام کھلانے سے اجتناب کریں۔ چنانچہ حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ حضرت حسنؓ بن علیؓ نے زکوٰۃ کی کھجوروں میں سے ایک کھجور اٹھا کر اپنے منہ میں ڈال لی۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تنبیہ کے طور پر "کخ کخ" کے کلمات فرمائے اور ارشاد فرمایا کہ:

"اس کو پھینک دو کیا تم نہیں جانتے کہ ہم لوگ صدقہ نہیں کھایا کرتے" (مشکوٰۃ)

ایک روایت میں یہ ہے کہ آپ نے فرمایا:

"ہمارے لیے صدقہ کا مال حلال نہیں"

اس حدیث میں اکلِ حلال کی ترغیب اور اکلِ حرام سے ترہیب دلائی گئی ہے۔ اس لیے والدین کے فرائض میں داخل ہے کہ وہ اولاد کو نہ صرف حلال وطیب روزی مہیا کریں بلکہ وہ ان کو ناجائز اور حرام کمائی کرنے سے بھی بچائیں۔

جس طرح اولاد کی پرورش اور اس کی تعلیم و تربیت کے معاملے میں والدین کے گوناگوں

فرائض ہیں اسی طرح اسلام نے ان کے حقوق کا بھی نہایت اعلیٰ تعین کیا ہے اور خصوصاً والدہ (جس کا اولاد کی تعلیم و تربیت میں وافر حصہ ہے) کے ساتھ حسن سلوک اور اس کی تکریم و تقدیس کرنے کی بہت تاکید کی گئی ہے۔

حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ:۔

"ایک شخص نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسولؐ! میری صحبت (حسن سلوک) کے لیے کون شخص زیادہ مناسب ہے۔ آپ نے فرمایا تیری ماں۔ اس نے پھر عرض کیا کہ پھر کون؟ آپ نے فرمایا تیری ماں، عرض کیا پھر کون؟ آپ نے فرمایا تیری ماں۔ پھر عرض کیا پھر کون؟ آپ نے فرمایا، تیرا باپ" (بخاری مسلم)

"والدہ کی نافرمانی کو خدا تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے" (" ")

"کبیرہ گناہوں میں ایک بڑا گناہ عقوق الوالدین (والدین کی نافرمانی) ہے" (بخاری)

"ماں باپ اگرچہ مشرک و کافر ہو پھر بھی حسن سلوک کے مستحق ہیں" (بخاری مسلم)

آپ نے فرمایا:۔

اَلْجَنَّةُ تَحْتَ اَقْدَامِ اُمَّهَاتِكُمْ　　جنت تمہاری ماؤں کے قدموں تلے ہے"

"پروردگار کی رضامندی باپ کی رضامندی میں ہے اور پروردگار کی ناراضگی باپ کی ناراضگی میں ہے" (ترمذی)

"زیادہ احسان جتلانے والا، والدین کا نافرمان اور ہمیشہ شراب پینے والا جنت میں داخل نہ ہوگا" (نسائی۔ دارمی)

ارشادات خداوندی ہیں:۔

۱۔ وَ وَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ وَهْنًا عَلٰى وَهْنٍ وَّ فِصٰلُهٗ فِيْ عَامَيْنِ اَنِ اشْكُرْ لِيْ وَلِوَالِدَيْكَ اِلَيَّ الْمَصِيْرُ　(پ ۲۱۔ سورہ لقمان)

اور ہم نے انسان کو اس کے ماں باپ کے متعلق تاکید کی ہے۔ اس کی ماں نے ضعف پر ضعف اٹھا کر اس کو پیٹ میں رکھا اور دو برس میں اس کا دودھ چھوٹتا ہے کہ تو میری اور اپنے ماں باپ کی شکر گزاری کیا کر۔ میری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے۔

۱۔ وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهٖ شَيْئًا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا

اور تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک مت کرو اور والدین کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آؤ۔　　(پ۵۔ النساء)

۲۔ وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا ○ وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا ○ (پ۱۵۔ سورہ بنی اسرائیل)

اور تیرے رب نے حکم دیا ہے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت ہرگز نہ کرو اور تم (اپنے) ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کیا کرو۔ اگر تیرے پاس ان میں سے ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں۔ سو ان کو کبھی ~~ ~~ اف (ہوں) بھی مت کہنا اور نہ (ہی) ان کو جھڑکنا اور ان کے ساتھ خوب ادب سے بات کرنا اور ان کے ساتھ شفقت سے انکساری کے ساتھ جھکے رہنا اور یوں دعا کرتے رہنا کہ اے میرے پروردگار ان دونوں پر رحمت فرمائیے جیسا انہوں نے مجھ کو بچپن میں پالا اور پرورش کیا ہے۔

حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

"جو بیٹا ماں باپ کی طرف رحمت و شفقت کی نظر سے دیکھے اللہ تعالیٰ اس کے حساب میں ہر نظر کے بدلے ایک مقبول حج کا ثواب لکھتا ہے۔ صحابہؓ نے عرض کیا اگرچہ دن بھر میں سو مرتبہ دیکھے۔ آپؐ نے فرمایا، ہاں اللہ تعالیٰ بہت بڑا اور پاکیزہ ہے"

ایک روایت میں یہ ہے کہ:

"جو شخص ماں باپ کی خدمت کر کے جنت میں داخل نہ ہوا اس کی ناک غبار آلود ہو"

چنانچہ اس حدیث کا ترجمہ مولانا ظفر علی خانؒ نے اس طرح پیش کیا ہے:

اک دن نبی نے حلقۂ احباب میں یہ لفظ　　دہرائے تین بار کہ ناک اس کی کٹ گئی!
پوچھا اصحاب نے کہ وہ کم بخت کون ہے　　توقیر جس کی حضرتِ باری میں گھٹ گئی!

ارشاد یوں ہوا کہ وہ فرزند ناخلف   گھر جس کے جنت آئی اور آکر پلٹ گئی۔

ماں باپ کا بڑھاپے میں ہو نہ جسے خیال!

اس نا سعید بیٹے کی قسمت الٹ گئی ہے

غرضیکہ اسلام نے عورت کے حقوق کا ہر سٹیج پر تحفظ کیا ہے۔ پیدائش سے لے کر وفات تک اس کی عزت وعظمت اور تکریم و تقدیس کو مقدم رکھا اور اس کے فرائض سے اس کو آگاہ کیا جن کی برآری سے اس کو معاشرتی زندگی کے علاوہ ہر قسم کی زندگی پر سکون اور اطمینان بخش میسر آسکتی ہے۔ اور اخروی کامیابی کا حصول بھی نہایت آسان ہو سکتا ہے۔

مرزائیت اور اسلام!

اپنے موضوع پر منفرد اور بے نظیر کتاب

علامہ احسان الٰہی ظہیر کے قلم سے

★ خوبصورت گٹ اپ

★ مضبوط جلد

★ قیمت صرف ۶ روپے

ناشر

ادارہ ترجمان السنہ ۷ ایبک روڈ انارکلی لاہور